

خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری میں حب پغمبر

ڈاکٹر طارق محمود ہاشمی[☆]

Abstract

Khawaja Ghulam Fareed is a classical figure of Saraiki literature. His poetry is very rich not only from cultural but also religious point of view. He has expressed his love for Holy Prophet Muhammad(صلی اللہ علیہ وسلم) very deeply in his "Kaifi". His sorrows of separation and wishes for union with Holy Prophet(صلی اللہ علیہ وسلم) have been expressed in connection of Saraiki and Hindi tradition of song but he has observed a care about honour and dignity of Holy Prophet Muhammad(صلی اللہ علیہ وسلم).

Key Words: Khawaja Ghulam Fareed, Saraiki, Love, Kaifi, Hindi, Song, Honour, Dignity

صوفیانہ شاعری کے منظر نامے پر سراینگی کافیوں کے خاص سوز و گداز اور ان میں زبان کے مخصوص رس کے باعث خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کا نام ایک الگ بھچان رکھتا ہے۔ اس نمایاں شناخت میں ان کے تخلیقی عمل کی ریاضت اور چاؤ کے ساتھ ساتھ علم و تحقیقت کے میدان میں ان کی نگاہ بصیرت کا دخل بھی ہے کہ وہ محض کسی کنج سکون میں بیٹھ کر شعر کہنے والے نہ تھے بلکہ جالس میں تنگان علم کی سیرابی کو بھی اپنا فریضہ خاص تصور کرتے تھے۔

یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ مقامی سطح پر اگرچہ ان کی بھچان ان کی سراینگی کافیاں ہیں۔ تاہم ان کے تخلیقی کام کو وسیع پیمانے پر دیکھیں تو ان کا کلام کئی ایک زبانوں میں دستیاب ہے اور انھیں اگر شاعر ہفت زبان کہا جاتا ہے تو بجا ہے۔ یہ بھی ایک دلچسپ پہلو ہے کہ وہ جن زبانوں میں شاعری کرتے تھے ان میں مقامی زبانیں بھی

[☆] اسٹینٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

شامل ہیں اور وہ زبانیں بھی ہیں جو مقامی توبہ میں لیکن مقامی ماحول پر ان کے تہذیبی اثرات ضرور ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی عربی اور فارسی شاعری بطورِ خاص لائق توجہ ہے۔ ان کا یہ فارسی شعر ملاحظہ ہو جس میں تہذیبی رنگ اپنی ایک خاص آب و تاب کا حامل ہے:

سر و قدش آزاد چوہی دید موزون

رفت از دپنش لفظ فلاح قد و قامت^(۱)

خواجہ صاحب کے حالاتِ زندگی پر نظر ڈالیں تو ان کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے متا ہے۔ ان کے آباء اجداد بھرت کر کے سندھ میں آباد ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مصنف "مناقبِ فریدی" کے مطابق:

”ذی قعده ۲۶ / ھر ۱۸۷۵ نومبر ۱۲۶۱“ میں حضور نے تولد ہو کر سرزین چاچ اہل شریف کو مشرف کیا۔^(۲)

چار برس کی عمر میں والدہ اور آٹھ برس کی عمر میں والدگرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پورش پہلے ماموں اور بعد ازاں برادر بزرگ حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کی جن کے ہاتھ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت بھی کی۔ یوں وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد بھی قرار پاتے ہیں۔ ان کے فیضِ خاص سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پچھے (۶) برس کی عمر میں پیشہ علوم پر درست حاصل کر لی۔

حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ حسرت آیات کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے۔ بعد ازاں آپ رہی تشریف لے گئے اور اٹھارہ سال عبادتِ حج میں مشغول رہے۔ ۱۸۷۵ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حج کی سعادت حاصل کی۔

جہاں تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عالمی زندگی کا تعلق ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی زوجہ ہرہ بی بی تھیں، جن کے بطن سے ایک فرزند خواجہ محمد بخش اور ایک دختر پیدا ہوئیں۔ آپ کی دوسری اہلیہ ہوتی بی بی جبکہ تیسرا اہلیہ کا نام جان بی بی تھا گمراں سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

آپ ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ / ۲۳ جولائی ۱۹۰۱ء کو راہی ملک بقا ہوئے جس کے بعد ان کے فرزند کو سجادہ نشینی عطا ہوئی۔ آپ کے علمی و ادبی سرمائے میں آپ کے شعری دو اور فارسی کے علاوہ درج ذیل تصنیف قابل ذکر ہیں:

- ۱۔ حاشیہ لواح جامی
- ۲۔ شرح لواح جامی

۳۔ حسنات العارفین

۴۔ فوائد فریدیہ

۵۔ مناقب محبوبیہ

۶۔ مکتوبات فریدی

۷۔ مقابیں المجالس

مذکورہ تصانیف میں خواجہ غلام فرید نے علم و عرفان کے کئی ایک پہلوؤں پر بحث کی ہے جن موضوعات سے اُن کی خصوصی دلچسپی نظر آتی ہے اُن میں الہیات، تصوف، منازل سلوک اور مسائل بقاوی بطورِ خاص قابل ذکر ہیں۔

خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی کافیوں کا مطالعہ کیا جائے تو اگرچہ بیشتر کافیوں میں عشق ایک بنیادی موضوع ہے تاہم بعض کافیوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ذاتِ خداوندی سے متعلق روحانی عقائد و نظریات کو پوری شرح و تفصیل سے بیان کیا ہے۔ بقول کرسٹوفر شیکل:

"The centre of this inspiration lies in his adherence to the Sufi doctrine of the unity of being, according to which nothing - if rightly regarded - is separate from God, who may be directly apprehended through one's own heart. This is certainly no easy process, as the suffering endured by those who attempt to follow this mystical path of love so clearly shows. But the alternative is to be lost in the most serious of sins, the separation from God and imprisonment in a false picture of self-identity, which stem from the dualism of self-esteem."⁽³⁾

اُن کی کافیوں میں جہاں حبِ الہی کی جلوہ گری پوری آب و تاب کے ساتھ ہے۔ وہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے محبت کی تابانی بھی پورے طور پر موجود ہے اور وہ اپنی شاعری میں مضامین حب اور عقیدت واردات کا اظہار نہایت احسن پیرائے میں کرتے ہیں اور اُس احتیاط کا التزام بھی کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے۔ بقول مسعود حسن شہاب:

"ساکان راہ طریقت کے لیے یہ منزل بڑی احتیاط کی طلب گارہوتی ہے۔ یہاں اگر ذرا بھی

پاؤں میں لغزش آجائے تو تمام ریاضت اور محنت اکارت چلی جاتی ہے۔ اس لیے تو کہا گیا

ہے:

ع باخدار یونہ باش و با محمد ہوشیار

خواجہ اللہی صاحب نے سلوک کی یہ راہ بڑی احتیاط سے طے کی اور منزل رسی کے شوق میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جو شانِ محمدیہ کے خلاف ہو۔ وہ اس راہ میں سر کے بل جاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔^(۲)

خواجہ غلام فرید کے نزدیک حسن الہی کا ظہور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ہوا۔ حسن ازل کا مقام نہایت ارفع ہے اور وہاں تک فکرانی کی رسائی ممکن نہیں ہے یہ منزل ہے جہاں نہ تو کوئی طالب ہے نہ مطلوب۔ انسان کی نگاہ بصیرت جس قدر بھی ہو ممکن نہیں ہے کہ ارفع ذات اُس کے احاطہ اور اک میں آسکے کہ وہ ماورائے بصارت ہے۔

حسن ازل نے غیب کے دلیں سے شہادت کے شہر میں بسیرا کیا اور اپنے رخ سے ادایت کا نقاب اتار کر خود کو ظاہر کیا چونکہ پیغمبر کی صورت میں حسن الہی ظہور کر رہا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن بے مثال ہے۔

خواجہ غلام فرید نے اپنی ایک کافی میں جہاں مذکورہ حقائق اور حسن جمال کو صوفیانہ اسلوب میں بیان کیا، وہاں اس امر پر بھی اطمینان کا اظہار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے علم و تحقیق کو فروع حاصل ہوا۔ وہ اس امر پر شکردا کرتے ہیں کہ اُن کے مرشد یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ کامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب معاشرے میں توهہات کے بت گرا کر شکوہ و شبہات کو شکست دی اور جہالت کے انہیروں میں علم و تحقیق کے چراغ اس انداز میں فروزاں کیے کہ انسانوں پر اصل مگر مخفی حقائق واضح ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

گئی تقلید آئی تحقیقی

تحتے واضح کمشوف دقیقے

فاث ممبین کل اسرار

برزخ زیر زبر شد مد

(سنب سنائی پہ عمل کرنے کا دور گزر گیا۔ تحقیق کا دور آگیا کیونکہ اب تو ہم پہ حقائق اپنی بار کیبوں سمیت ظاہر ہو گئے ہیں اور برزخ اور سر لا الہ اور اس کے اسرار و موز و واضح طور پر مکشف ہو چکے ہیں۔)

کیتا از لطف ظہورا

سو سو شکر ملیا مگر پورا

قیا دل کوں تسلیم قرار

ھوئے خطرات شکوں سچھے رد

(اطف ازل کا ہم پہ اظہار ہوا، مقام شکر کہ مرشد بھی کامل ملا۔ تمام شکوں و شبہات مت گئے اور قلب مطمئن حاصل ہو گیا۔)

پیر مغار مسجد جتو سے

فرض فرید نماز نیتو سے

کیتا من کر من اقرار

ہے خود اصل حقیقی مقصد^(۵)

(مرشد کامل کو ہم نے اپنا مسجد بنالیا، اس کے احکامات کو فرض سمجھ لیا اور نماز عشق قائم کر لی اور مشاہدہ کے بعد یہ اقرار کر لیا ہے کہ یہی اصل ہے اور یہی مقصد حقیقی ہے۔)

۱۸۷۵ء میں حضرت خواجہ غلام فرید^{رحمۃ اللہ علیہ} کو سعادت حج نصیب ہوئی۔ سر زمین حجاز پہنچ کر آپ^{رحمۃ اللہ علیہ} نے اپنے محوسات کو جن الفاظ کا روپ دیا، ان کی انفرادیت اپنی مثال آپ ہے۔ ان اشعار میں دھل کی سرشاری کے لیے خواجہ صاحب نے سر زمین عرب کی تھال کاری اپنے مخصوص ثقافتی رنگ میں کی۔ آپ^{رحمۃ اللہ علیہ} کے نزدیک اس دیارِ مدرس کا جمال باغ بہشت سے کم نہیں۔ یہاں اس امر کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ کافی کی صفت میں جزئیات نگاری کی گنجائش قدرے کم ہوتی ہے لیکن خواجہ غلام فرید نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے باعث ملکِ عرب اور شہرِ مدینہ کے مناظر کا نقشہ بڑی دلاؤیزی کے ساتھ کھینچا ہے۔ جس میں بعض ضروری تفصیلات کی تھالیں بڑی دلکشی کے ساتھ نمایاں ہیں:

جیندیں عرب شریف ڈیٹھو سے

لہنڈیں سکدیں نہ مر گیو سے

سوہنے سانول یاد کیتو سے

ہار سکھار سہاندے ہن

(تمناوں میں گھلتے اور ترستے ہوئے مرجانے سے پہلے جیتے جی عرب شریف کا دیدار کر لیا،

محبوب دل نواز نے آج یاد فرمالیا، آج تو ہار سنگار زیب دے رہے ہیں۔)

وادیاں راہ مدینے والا یاں
ساگی باغ بہشتی چالیاں
ہر ہر آن سدا خوش حالیاں
سکھ سہرے ڈکھ ماندے ہن

(مدینے کی وادیاں، ریشک فردوس ہیں کتنی خوش حال ہیں، یہاں پہ آکے دکھ کمزور ہو گئے اور سکھ طاقت ور ہو گئے۔ عرب شریف کے انداز بہت خوبصورت ہیں۔ یہ دل کے اندر محبت کی آگ پھڑ کا دیتے ہیں۔)

عرب شریف دی سوہنی ریتے
لاوے دل نوں پرم پلیتے
وسرے چاچڑ صدقے کیتے
اصلوں محض نہ بھاندے ہن

(چاچڑ ان اس پر قربان، اب تو ہمیں نہ وہ یاد ہے نہ وہاں جانا پسند ہے۔)

حسن جمال دی دھرتی آئی
سبھ شے چاہری طرز ڈکھائی
فرحت روز فرید سوانی
ڈھوکڑے ماندے ساندے ہن (۶)

(حسن و جمال کی سرز میں آگئی، ہر چیز شکفتہ و شاداب دکھائی دینے لگی، فرحت دل روز افزون اور ملال و اضحکال کمزور و شکستہ خاصہ ہیں۔)

حجاز کے لکش مناظر اور وصل کی سرشاری کی کیفیات، جس عمدگی سے خواجہ صاحب نے بیان کی ہیں، اُن کی بعض کافیوں میں رسول اکرم ﷺ سے بھروسہ فراق کے احساسات بھی نہایت دردمندی سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کافیوں میں تو براہ راست اس رنج کا اظہار ہے جبکہ دیگر کافیوں میں فراق کا دکھ ایک عمومی پیرائے میں ملتا ہے۔

خواجہ غلام فرید رشتی کی کافیوں میں کیفیاتِ وصل ہوں یا رنج فراق رسول کریم کی ذات والاصفات سے محبت ہی کی کار فرمائی دکھائی دیتی ہے۔ وہ لفظ ”عشق“، کا استعمال ہی ایسے اسلوب میں کرتے ہیں کہ قاری کا ذہن عشق رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور سمت جاتا ہی نہیں۔ مظاہر کائنات ہوں یا زندگی کی عام دلچسپی کی اشیاء، وہ ہر شے کے وجود کو محبوب الہی سے دلی وابستگی کے تناظر ہی میں دیکھتے ہیں۔ خواجہ غلام فرید کی کافیوں

میں ایک دلچسپ عنصر یہ بھی ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کا سراپا ایک ایسے منفرد پیرائے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ سرائیکی وسیب کے ایک ”محبوب“ دکھائی دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب اسی سلسلے میں کبھی ”سانوڑا“ کبھی ”سانوول“ اور کبھی ”ڈھولن یار“ کے لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کا یہ اسلوب کیفیات کی پراثر عکاسی کے لیے بھی ہے کہ ان کا قاری محبت کے جن احساسات کو مقامی سطح پر اپنے باطن میں جس طرح محسوس کر رہا ہے وہ رسول کریم سے محبت کا بھی حقیقی وجودی تجربہ محسوس کرے۔ خواجہ دینشیہ صاحب کی کافیوں کا مطالعہ کریں تو ان کا یہ اسلوب اپنے اندر حزم و احتیاط کا بھی پورا اہتمام رکھتا ہے اور وہ اپنے بیان میں کسی ایسی لغزش کا شکار نہیں ہوتے کہ ان کے شعری پیرائے میں حقیقی محبت کا عکس اگر بحوب مجازی کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے تو رنگِ تقدیسِ ماند پڑے۔

آج سانوڑے مُکلا یا

سر بارڈ کھاں دا چایا

(آج محبوب ٹیچ ہم سے رخصت ہونے لگا۔ سر پر دھوؤں کا بوجھ آپڑا۔)

کر یادِ حرمِ حرم کوں

رکھ پیش پرانے غم کوں

دل آکھے کھانوالا سم کوں

ہے جیون کوڑ اجا یا

(حرم کعبہ کو اور اپنے سوزدیر یعنی کو یاد کر کے، دل کھٹا ہے، زہر کھالے، کیونکہ اس کے بغیر،

زندگی بے مصرف ہے۔)

دل دلبر کیتے سکتے

گھر شہر بازار نہ ٹکلے

ونچ کھوسوں طوف دے دھکے

ول جیکر بخت بھڑایا

(دل، دلبر کے لیے ترستا ہے گھر، شہر، بازار کسی جگہ قرار نہیں پاتا اگر بخت نے یاوری کی تو

ایک دفعہ پھر طواف کے مراحل ضرور طے کریں گے۔)

بن یار فرید نجہ سماں

رات رو رو آہیں کر سماں

غم کھا کھا اُوڑک مرسان

ڈکھ ڈکھریں جیزا تایا^(۷)

(فرید، میں دوست کے بغیر گھلتا ہوں گا، خون کے آنسو بھاؤں گا اور غم کھا کھا کر آخ کار مر جاؤں گا، درد غم کی آگ نے مجھے جلا دیا ہے۔)

عشقِ حقیقی کو مجازی محبت کے روپ میں بیان کرنے کا وصف خواجہ غلام فرید حلبی کی کافیوں کا خاصہ ہے۔ اُن کے ہاں یہ قرینہ احترام و اکرام کے پورے التزام کے ساتھ موجود ہے۔ دراصل کافی کے سلسلے میں اس پہلو کو ضرور مد نظر رکھنا چاہیے کہ یہ موسیقی کی بھی اصطلاح اور گیت کی اُس روایت کے ساتھ بھی بڑی ہوئی ہے۔ جس میں عشق و محبت کا انہصار نسائی وجود کے ذریعے ہوتا ہے۔ خواجہ غلام فرید کا یہ کمال ہے کہ وہ اس روایت کو بھاتے ہوئے اپنی کافیوں میں نعتیہ اسلوب اور آہنگ کو پوری طرح برقرار رکھتے ہیں۔

خواجہ غلام فرید کی بعض نعتیہ کافیوں میں عشق کا انہصار نہ صرف یہ کنسائی وجود کے ذریعے ہوتا ہے بلکہ اُن میں زیبائش و آرائش کے سامان کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ اُن کی کافیوں کا یہ پہلو غالباً دنیا بھر کے نعتیہ ادب میں بہت منفرد کھائی دیتا ہے۔ اس سلسلے میں اُن کی کافیوں کے یہ بند ملاحظہ ہوں:

إتحال میں مُمْثَلِریِ نِتِ جان بِلَب
او تاں خوش و سدا وَچ مَلِک عَرب

(یہاں پر میں بدنصیب جان کنی میں متلا ہوں، لیکن وہ ملک عرب میں خوش و خرم بس رہا ہے۔)

تَتِ تَهْنِي جَوْگَنْ چُودَهَارَ پَھَرَال
ہَنَدَ، سَنَدَهَ، پَنْجَابَ تَتِ مَاثَ پَھَرَال
سَنَجَ بَارَ تَتِ شَهَرَ بَزَارَ پَھَرَال
مَتَانَ يَارَ مَلَمَ كَهْبَنَ سَانَگَ سَبَب

(میں سونہتہ جاں جو گن بن کے چاروں اور تجھے تلاش کر رہی ہوں، ہند، سندھ، پنجاب اور مارواڑ میں تجھے تلاش کیا اور یہ انوں اور شہروں میں تجھے تلاش کیا کہ شاید کسی طرح تو مجھ مل جائے۔)

تُوڑیں ڈھڑے دھوڑے کھانڈڑیاں
تیرے نام تے مفت و کانڈڑیاں
تیڈی باندیاں دی میں باندڑیاں
ہے در دیاں کتیاں نال ادب

(چاہے میں ٹھوکریں کھاری ہوں پھر بھی تیرے نام پر کبی ہوئی ہوں، تیرے غلاموں کی
غلام ہوں، تیرے تو سگ آستان بھی میرے لیے باعث احترام ہیں۔)

واہ سوہنا ڈھونن یار سجن
واہ سانول ہوت جاز وطن
آ ڈیکھ فرید دا بیت حزن
ہم روز ازل دی تانگھ طلب^(۸)

(سبحان اللہ تو کیسا پیغمبر حسن و جمال ہے، تو جاز کا کیسا محبوب بیخ ہے، آ کر بھی فرید کا غم کدہ تو
دیکھے، میں تو روز ازل سے تیرا طلب گار ہوں۔)

اسی طرح ایک اور کافی میں آپ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

اج زیور پئے ٹھہنداے ہن
متان ڈینخ سہاگ دے آندے ہن

(آج زیورات کی سن دھج قابل دید ہے، شاید خوش بختی کے دن آنے والے ہیں۔)

کجلہ مارو دیداں بھائے
سرخی مسک مسک غم ٹالے
بولے بینے تے کھٹمالے
سہبوں لچکے کھاندے ہن^(۹)

(سرمه آلو دا گھنکھوں کا انداز نظر قاتلانہ ہے، سرخی خندہ بلب ہے، بولے، بینے اور کھٹمالے،
خوشی سے جووم رہتے ہیں۔)

خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری میں حب پیغمبر کے اظہار کے یہ اسالیب منفرد بھی ہیں اور معلوم شعری
منظرنامے میں نادر و نایاب بھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کافیاں مجموع طور پر بھی ایک خاص سوز و گذاز اور رسکھتی ہیں
اور اپنے قاری کو جذب و اثر کی فضای میں بے خود کر دیتی ہیں لیکن ان کافیوں میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
محبت کا مضمون ادا ہوتا ہے تو ان کو پڑھ کر قاری نہ صرف عشق کی جذب و مُستی سے سرشار ہوتا ہے بلکہ خواجہ غلام
فرید رحمۃ اللہ علیہ کے منفرد اسلوب اور ان کی نایاب فنی جہات کو بھی وہ دیدہ حیرت سے دیکھتا ہے۔ یعنی جہاتِ محض
تحسین طلب نہیں ہیں بلکہ اپنے امکانات کی رو سے نقد و تحقیق کا تقاضا بھی کرتی ہیں۔

حوالہ جات

- ۱۔ خواجہ غلام فرید، ”خلیلِ جنان“، (فارسی دیوان) مرتبہ: ڈاکٹر بشیر انور ابروہی، ملتان: سرائیکی ادبی پورڈ، ۲۰۰۲ء، ص: ۶۷
 - ۲۔ مرتضیٰ احمد اختر، ”مناقب فریدی“، (حصہ اول) بہاول پور: سرائیکی ادبی مجلس، ۲۰۰۲ء، ص: ۸۳
 3. C. Shackle, Dr, "Fifty Poems of Khawaja Farid", Multan, Bazm-e-Saqafat, 1983, P-XIII, XIV
 - ۴۔ مسعود حسن شہاب: ”خواجہ غلام فرید“، بہاول پور: اردو کادمی، ۱۹۶۳ء، ص: ۱۳۰
 - ۵۔ خواجہ غلام فرید، ”دیوان خواجہ فریدی“، مرتبہ: خواجہ طاہر محمود کوریجہ، لاہور: الفصل، ۲۰۱۳ء، ص: ۱۲۹۔ ۱۳۰
 - ۶۔ ایضاً، ص: ۲۸۲-۲۸۵
 - ۷۔ ایضاً، ص: ۳۸-۳۹
 - ۸۔ ایضاً، ص: ۱۰۰-۱۰۱
 - ۹۔ ایضاً، ص: ۲۸۳
- نوٹ: خواجہ غلام فرید دلشیعی کی شاعری کے اردو ترجم راقم نے نہیں کیے بلکہ ان کے دیوان ہی سے ماخوذ ہیں جو دیوان کے مرتب خواجہ طاہر محمود کوریجہ کی کاوش ہیں۔ مقالہ نگار

○○○